قوموں کا عروج و زوال قرآن کے آئینے میں

(از طیّب شاہین لودھی صاحب)

(۳)

بنی اسرائیل کا عروج و زوال

بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے اتنے احسان کیے ہیں کہ شاید ہی کسی اور قوم کو اللہ کے انعامات و اکرامات کا اتنا وافر حصّہ ملا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ۔ (البقرہ۔ ۴۷)	اے بنی اسرائیل یاد کرو میری نعمت کو جو میں نے تم کو عطا کی اور تمہیں میں نے تمام دنیا والوں پر فضیلت بخشی۔

جب اللہ تعالیٰ نے اُن کو کنعان کے بیابانوں سے اٹھا کر مصر کے سبزہ زاروں میں پہنچایا تو دراصل یہ قبطیوں کی اصلاح کے لیے بنی اسرائیل کو ایک موقع بہم پہنچایا تھا۔ مگر یہ فریضۂ اقامتِ دین سے غافل رہے اور وہاں کے قبطیوں کو دین سے کماحقہٗ روشناس نہ کرا سکے اور قومی برتری کے جھوٹے اور جاہلانہ احساس میں مبتلا ہو گئے۔ آخر مصریوں میں قوم پرستی کی لہر آئی۔ اسرائیلیوں کو اقتدار سے علیحدہ کر دیا گیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اسرائیلی تہذیب کو مٹانے اور اسرائیلی قوم کو دنیا سے نابود کرنے کی سازشیں ہونے لگیں۔ اُن کی نسل کشی کے لیے اُن کے نوزائیدہ بچوں کو ایک قانون کے تحت قتل کیا جانے لگا اور لڑکیوں کو قبطیوں کی خدمت کے لیے باقی رکھا جانے لگا۔

یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ۔ (البقرہ۔ ۴۹)	وہ تمہارے لڑکوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے۔ اور اس بات میں تمہارے لیے تمہارے رب کی طرف سے سخت آزمائش تھی۔

اُن سے زبردستی بیگار لی جاتی۔ اُن کو برسرِ عام رسوا کیا جاتا۔ حتّٰی کہ قتل تک کر دیا جاتا۔ یہ مجبور قوم

ذلت و نکبت کے دن گزار رہی تھی اور یوں لگتا تھا کہ گویا یہ قوم رسوائی اور غلامی کی زندگی پر قانع ہو چکی ہے اور ذلت اُن کا مقدر بن چکی ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعاؤں کو سُنا اور اُن کی ہدایت اور راہبری کے لیے حضرت موسیٰ کو مبعوث کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلسل جد و جہد کے ذریعہ حالات کو سدھارنے کی کوشش کی مگر فرعون کو ان اصلاحی کوششوں کے پیچھے اپنے اقتدار کا سنگھاسن ڈگمگاتا ہوا نظر آنے لگا اور وہ ان اصلاحی کوششوں کو ناکام کرنے پر تل گیا۔ آخرکار اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ رہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلائیں۔

بنی اسرائیل کی پوری تاریخ ہی دین سے دوری، نافرمانی اور سرکشی سے لبریز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پوری قوم نے دیکھ لیا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن کو فرعون کے ظلم و استحصال سے نجات دی اور پھر اُن ظالموں کو اُن کے آنکھوں دیکھتے اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ پھر سینا کے صحرا میں اُن کو بھوک پیاس اور دھوپ سے محفوظ رکھا۔ مگر یہ قوم کہ غلامانہ ذہنیت ہی جس کی سرشت بن چکی تھی مصریوں کے عقائد سے بُری طرح متاثر ہو چکی تھی اور مصریوں کے مشرکانہ تمدن میں رنگی جا چکی تھی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چند دن کی غیر حاضری کے دوران شرک جیسی قبیح برائی میں مبتلا ہو گئی۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَهُ خُوَارٌ ۚ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا ۘ اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ۔ (الاعراف - ۱۴۸)	موسیٰ کے پیچھے اس کی قوم کے لوگوں نے اپنے زیوروں سے ایک بچھڑے کا پتلا بنایا جس میں سے بیل کی آواز نکلتی تھی۔ کیا اُن کو نظر نہ آیا کہ وہ نہ اُن سے بولتا ہے اور نہ کسی معاملہ میں اُن کی راہنمائی کرتا ہے۔ مگر پھر بھی انہوں نے اسے معبود بنا لیا اور وہ سخت ظالم تھے۔

پوری قوم کی بے حسی کا یہ عالم تھا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے سوا کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ تھا جو قوم کو اُس کی اِس غلط روش پر نکیر کرتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور سے واپس آکر قوم کو اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ اسلامی ضابطہ حیات سے روشناس کیا، اور اسے اختیار کرنے کی تلقین کی:۔

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا ۚ سَأُورِيكُمْ دَارَ الْفٰسِقِينَ۔ (الاعراف - ۱۴۵)	اور ہم نے موسیٰؑ کو ہر شعبہ زندگی کے متعلق نصیحت اور ہر پہلو کے متعلق واضح ہدایت تختیوں پر لکھ کر دے دی اور اس سے کہا کہ ان ہدایات کو مضبوط ہاتھوں سے سنبھال اور اپنی قوم کو حکم دے کہ ان کے بہتر مفہوم کی پیروی کریں۔ عنقریب میں تمہیں فاسقوں کے گھر دکھاؤں گا۔

مگر یہ قوم فقہی موشگافیوں میں پڑ گئی اور مختلف حیلوں سے احکام الٰہی کو پس پشت ڈالتی رہی۔ بنی اسرائیل سے وعدہ کیا گیا تھا کہ خطۂ فلسطین میں اسے آباد کیا جائے گا تاکہ وہ وہاں ایک اسلامی ریاست قائم کرکے دنیا کی گمراہی کی گھمبیر تاریکیوں میں ہدایت کی مشعل روشن کرے۔ مگر یہ لوگ جہاد سے جی چرانے لگے۔ آخر اس بدبخت قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہاں تک کہہ دیا۔

فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ۔ (المائدہ - ۲۴)	تم اور تمہارا رب ہی جاکر دشمنوں سے لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔

اُن کے جہاد سے جی چرانے پر اللہ تعالیٰ نے ارض مقدس اس نسل پر حرام کر دی اور وہ نسل جو اُس وقت موجود تھی اس کا ایک فرد بھی (حضرت موسیٰؑ کے دو مخلص صحابیوں کے سوا) فلسطین میں داخل نہ ہو سکا۔ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے کئی برس بعد ارض فلسطین فتح ہوئی۔ وہ بھی شاید نئی نسل کی اسلامی تربیت کے بعد۔ مگر اس قوم کی سرشت میں نافرمانی گویا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اِن لوگوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا۔ اللہ کی آیات کی غلط اور من مانی تاویلیں کرکے کتاب اللہ کو اپنی خواہشات نفس کے تابع بنا لیا۔ مشرک قوموں کے اثرات قبول کرکے شرک و جاہلیت کے ہر فتنے میں مبتلا ہوئی۔ شریعت الٰہی کے احکام کو مسخ کیا اور دین کی روح کو یکسر ختم کر دیا۔ اُن کی اصلاح اور اقامت دین کے لیے انبیاء کرام اور مصلحین اٹھے تو اُن کو جھٹلایا اور اُن کی ایذا رسانی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی حتیٰ کہ بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو پھانسی پر چڑھایا۔

فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ۔ (المائدہ - ۷۰)	انہوں نے (نبیوں کے) ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کیا۔

اللہ تعالیٰ نے سبت کے دن کو اُن کے لیے فراغت کا دن بنایا تھا مگر اس دن میں انہوں نے اللہ کے حکم کی نافرمانی کی۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ (البقرہ۔ ۶۵)

اور تمہیں اُن کا معاملہ تو معلوم ہے جنہوں نے سبت کے روز زیادتی کی تھی تو ہم نے اُن سے کہا تم دھتکارے ہوئے بندر ہو جاؤ۔

سرزمین فلسطین میں وہ کوئی مضبوط حکومت قائم نہ کر سکے۔ جتنے قبیلے تھے اتنی ہی ریاستیں وجود میں آگئیں اور ہر ریاست اقامت دین سے غافل تھی۔ فلسطین اور شام کی اصل قوموں حتّیوں، اموریوں، کنعانیوں، فرزّیوں وغیرہ قوموں میں بدترین قسم کا شرک اور اس پر مبنی انتہائی ظالم اور گندہ معاشرہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کا واضح حکم موجود تھا کہ مشرک اور ظالم قوموں کو جہاد اور تبلیغ سے ختم کر کے فلسطین میں اسلامی ریاست قائم کی جائے۔ مگر بنی اسرائیل کی جہاد سے غفلت اور تن آسانی کی وجہ سے نہ تو ان قوموں کا قلع قمع ہو سکا اور نہ کوئی متحدہ اسلامی ریاست قائم ہو سکی۔ اس انتشار کی وجہ سے وہ شرک اور بدعملی کی اُن تمام آلائشوں میں ملوث ہو گئے جن میں پہلی قومیں لتھڑی ہوئی تھیں۔ اُن مشرک قوموں کی اعتقادی گمراہیوں اور عملی برائیوں سے بچنے کی انہیں خاص تلقین کی گئی تھی مگر یہ اُن قوموں کے مشرکانہ اعتقادات اور اُن کی تہذیب کو اپنائے بغیر نہ رہ سکے۔ اسرائیلیوں نے انہی تاریک اور تباہ کن راستوں کو اختیار کر لیا جن سے دنیا کو بچانے کے لیے انہوں نے اپنے خدائے بزرگ و برتر سے عہد کیا تھا۔ مشرک قوموں سے اختلاط کی وجہ سے اپنے قومی تشخّص، اپنے تمدّن کی انفرادیت، اپنے مبنی بر وحی اعتقادات اور اپنے نظریۂ حیات کی حفاظت میں وہ ناکام رہے۔ جہاد سے جی چرانے لگے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ تک وہ پوری طرح مشرک قوموں کے تہذیب و تمدن میں رنگے جا چکے تھے۔ مگر شاید ابھی اُن کی مکمل رسوائی اور ذلت مطلوب نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اور مہلت دی۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام نے اُن کی اصلاح کی کوشش کی۔ ان کے اعتقادات کی تطہیر کی اور ان کے اندر جہاد کی روح پھونکی اور وہ تباہی کی طرف کشاں کشاں رواں دواں قوم کو ایک بار سنبھالنے میں کامیاب ہو گئے۔ مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد اسرائیلیوں میں طوائف الملوکی کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ بنی اسرائیل پھر دو ریاستوں میں تقسیم ہو گئے اور بدعملی کی آلائشوں میں گردن تک دھنس گئے۔ آخر اللہ تعالیٰ کے عذاب نے انہیں آلیا۔

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا - فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا -

(بنی اسرائیل - ۴-۵)

اور ہم نے اپنی کتاب میں بنی اسرائیل کو اس فیصلے سے خبردار اور متنبہ کر دیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں فسادِ عظیم برپا کرو گے اور بڑی سرکشی دکھاؤ گے - آخر کار جب پہلی سرکشی کا موقع آیا تو اے بنی اسرائیل ہم نے تمہارے مقابلے پر اپنے ایسے بندے اٹھائے جو نہایت زور آور تھے - وہ تمہارے ملک میں گھس کر ہر طرف پھیل گئے - یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہو کر ہی رہنا تھا -

اور اللہ تعالیٰ کی یہ وعید اس طرح پوری ہوئی کہ پہلے آشوریوں نے اسرائیل کی ریاست سامریہ کو تاخت و تاراج کیا - وہاں کے اسرائیلیوں کو شام اور دوسرے ملکوں میں تتر بتر کر دیا - اُن کی تہذیب کو ملیا میٹ کیا - اُن کی نسل کشی کی - پھر کچھ عرصہ بعد اہل بابل نے یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجا دی - ہیکل سلیمانی کو مسمار کر دیا - تمام معابد کو منہدم کر دیا - تورات کے تمام نسخے جلا دیے - قتل عام کیا گیا - عورتوں کی عصمت دری کی گئی - اس عذاب سے انہیں کہیں پناہ نہ ملی - چاروں طرف سہمے ہوئے بچے - تھے جن کو غلام بنا لیا گیا تھا - دم توڑتی ہوئی عصمتوں کی چیخ پکار تھی اور نافرمان جوانوں کی بے بسی تھی - اُن کے عالم اور ربّی اللہ تعالیٰ سے گڑ گڑا کر دعائیں کر رہے تھے - مگر دعا کی قبولیت کا وقت تو جا چکا تھا - مہلت ختم ہو چکی تھی - تباہی کے کھڈ میں لڑھکی ہوئی قوم کو بے وقت دعائیں کیسے بچا سکتی ہیں ——— بچے کھچے اسرائیلیوں کو اہل بابل ریوڑوں کی طرح ہانک کر بابل لے گئے جہاں کی زندگی سے موت ہزار درجہ بہتر تھی - وہ موت کے لیے پکارتے تھے مگر موت اُن سے دور بھاگتی تھی اور ذلت و رسوائی سامنے آتی تھی - یوں وہ سالہا سال تک اس ذلت ناک عذاب میں مبتلا رہے - اللہ کی کتاب سے محروم کر دیے گئے - اپنی تہذیب اور اپنی روایات سے بیگانہ ہو کر رہ گئے - ان کی قومی زبان عبرانی تک باقی نہ رہی -

آخر کار اُن میں اس زمانے کے نبی حضرت عزیر علیہ السلام پیدا ہوئے - انہوں نے قوم کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا - انہوں نے تورات دوبارہ مرتب کی - ان کے اصلاحی اور تجدیدی کارناموں سے بنی اسرائیل میں

دینی روح بیدار ہوئی اور انہوں نے من حیث القوم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرکے اپنے گناہوں کی معافی مانگی۔ تب اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ایک بار پھر انہیں ڈھانپ لیا۔ ایرانی بادشاہ ذوالقرنین (سائرس یا خورس یا خسرو) نے بابل کی بت پرست سلطنت کا خاتمہ کرکے اسرائیل کو رہا کر دیا، اور اُن کو دوبارہ فلسطین میں ہیکل سلیمانی تعمیر کرنے کی اجازت دے دی۔ یوں ایک مرتبہ پھر بنی اسرائیل فلسطین میں اپنی آزاد ریاست قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

لیکن یہ حالت زیادہ دیر تک قائم نہ رہی۔ ایک مرتبہ پھر اسرائیلی اندرونی انتشار اور نفاق کا شکار ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یونانی ان پر مسلط ہو گئے۔

یونانیوں نے اُن کی تہذیب کو بیخ و بن سے اکھاڑنا شروع کیا حتیٰ کہ بیت المقدس اور دیگر عبادتگاہوں میں بت رکھوا دیے۔ یونانیوں کے بعد رومیوں نے اُن کی جگہ لے لی۔ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے تک اس نافرمان قوم کی سرکشی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ انہوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسے پاکباز اور معصوم انسان کو شہید کر دیا۔ اُن کا اجتماعی ضمیر اس قدر مردہ ہو گیا تھا کہ اس نیک انسان کے قتل کے خلاف پوری اسرائیلی قوم میں ایک آواز بھی نہ اُٹھی۔ پھر حضرت مسیحؑ کو ستانے اور اُن کو ایذا پہنچانے کی حد کر دی۔ اُن کو نعوذ باللہ ولد الزنا کہا گیا۔ اُن کی تضحیک کی گئی۔ آخر کار اُن کو بغاوت کے جھوٹے الزام میں رومی کافرانہ عدالت کے حوالے کر دیا۔ تب حضرت مسیح علیہ السلام نے اُن کو اس دردناک عذاب کی خبر دے دی جو اس بدکردار اور مقہور قوم پر ٹوٹنے والا تھا۔

"اے یروشلم اے یروشلم! تو جو نبیوں کو قتل کرتا ہے جو تیرے پاس بھیجے گئے اور اُن کو سنگسار کرتا ہے۔ کتنی بار میں نے چاہا کہ جس طرح مرغی اپنے بچّوں کو پروں تلے جمع کر لیتی ہے اسی طرح میں تیرے لڑکوں کو جمع کر لوں مگر تو نے نہ چاہا۔ دیکھو تمہارا گھر تمہارے لیے ویران چھوڑا جاتا ہے۔" (متی باب $\frac{۲۳}{۳۷-۳۸}$)۔

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہاں کسی پتھر پر پتھر باقی نہ رہے گا جو گرایا نہ جائے۔" (متی $\frac{۲۴}{۲}$)۔

"اے یروشلم کی بیٹیوں میرے لیے نہ روؤ اپنے لیے اور اپنے بچّوں کے لیے روؤ کیونکہ دیکھو وہ دن آتے ہیں جب کہیں گے کہ مبارک ہیں بانجھیں اور وہ پیٹ جو نہ جنے اور وہ چھاتیاں جنہوں نے دودھ نہ پلایا۔ اس دن وہ پہاڑوں سے کہنا شروع کریں گے کہ ہم پر گر پڑو اور

ٹیلوں سے کہ ہمیں چھپالو۔" (لوقا باب ۲۳ ۲۸-۳۰)

اور قرآن کریم نے اس گزرنے ہوئے ذلت آمیز عذاب کی ان الفاظ میں خبر دی ہے۔

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۔

(بنی اسرائیل - ۷)

پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کر دیا تاکہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد (بیت المقدس) میں اُسی طرح گھس جائیں جس طرح پہلے دشمن گھسے تھے اور جس چیز پر اُن کا ہاتھ پڑے اُسے تباہ کر کے رکھ دیں۔

یہودیوں نے رومیوں کے خلاف بغاوت کی۔ اس بغاوت کو فرو کرنے کے بعد رومیوں نے لاکھوں یہودیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ ہزاروں معصوم بچوں کو غلام بنا لیا اور لاکھوں خوبصورت اور نوجوان لڑکیاں اپنے ساتھ لے گئے۔ ہزارہا آدمیوں کو جنگلی جانوروں سے پھڑوا دیا گیا اور بے شمار انسانوں کو جنگی وحشیانہ کیمپوں میں محصور کر دیا گیا ——— ہیکل سلیمانی کا کوئی پتھر ایسا نہ تھا جو اپنی جگہ چھوڑ گیا ہو ——— مقہور اسرائیلی قوم دنیا میں انتہائی ذلت کے ساتھ تتر بتر کر دی گئی اور فلسطین میں اس کا داخلہ تک بند کر دیا گیا۔

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۔ (الاعراف ۱۶۸) - ہم نے اُن کو زمین میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے بہت سی قوموں میں تقسیم کر دیا۔

اور اس طرح دنیا کی ایک اور عظیم قوم اپنی بدکرداری اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اپنے عہد کو فراموش کر دینے کی بنا پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پستیوں میں لڑھکا دی گئی۔ قرآن کریم کی روشنی میں قوموں کے عروج و زوال کے اس سرسری مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ جب کوئی قوم مادی خوشحالی، بلند معیار زندگی، اور ایک بڑھ آسائش حیات ہی کو اپنا مقصد زیست بنا لے، اور پھر اس کی خاطر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، جبر و استحصال، ظلم و تعدی اور ناتوان، کمزور اور بے بس عوام کی حق تلفی کو اپنا شعار بنا لے، اللہ تعالیٰ سے اپنے کیے ہوئے عہد وفا کو پس پشت ڈال دے، رذیلوں کو اپنا حاکم اور شریفوں کو اپنے معاشرہ میں نکو بنا کر رکھ دے، تو اس کے بعد سنت الٰہی کے مطابق، عذاب خداوندی کا کوڑا اس پر برس کر رہتا ہے، اور ایسی قوم کی تباہی قضائے مُبرم بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی رحمت بے پایاں کے تصدق میں ہم کو اس انجام بد سے محفوظ رکھے اور ہم گنہگاروں کے قلوب میں احساس زیاں بیدار کر کے ہمیں اپنی سچی اطاعت کی توفیق سے بہرہ یاب کر دے۔ آمین!